

جنسی موضوعات پر قرآن و سنت کا اسلوب

ڈاکٹر انیس احمد

صحت مند تقدیم دین کے فرائض میں سے ایک ذمہ داری ہے۔ الدین نصیحة، یہ حدیث مبارکہ اپنی جامعیت کی بنابر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے میں اور حکمرانوں اور دیگر معاصرین کے طرزِ فکر اور طرزِ عمل کا جائزہ لینے اور جہاں کہیں اصلاح کی ضرورت ہو متوجہ کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ میں شکرگزار ہوں کہ عالمی ترجمان القرآن کے ایک فاضل قاری نے الدین نصیحة کی پیروی کرتے ہوئے میرے مضمون: «جنسی تعلیم اسلامی اقدار کے تناظر میں» (جون ۲۰۱۲ء) پر چند سوالات انھائے اور اس موضوع پر مزید چند سطور تحریر کرنے کی تحریک دی۔

محترم قاری کا تبصرہ درج ذیل ہے: «جنسی تعلیم اسلامی اقدار کے تناظر میں، بہت ہی اچھا لگا، مگر اس میں بھی ڈاکٹر صاحب کی شانِ اجتہادی نمایاں ہے۔ دو مثالیں ملاحظہ ہوں: قرآن کریم جنسی جذبے کو حلال و حرام اور پاکیزگی اور نجاست کے تناظر میں بیان کرتا ہے تاکہ حصولِ لذت ایک اخلاقی ضابطے کے تحت ہونہ کے فکری اور جسمانی آوارگی کے ذریعے۔ چنانچہ عقدِ نکاح کو ایمان کی تکمیل اور انکارِ نکاح کو امت مسلمہ سے بغاوت کرنے سے تعبیر کیا گیا (ص ۲۲)۔ پتا نہیں یہ کسی آیت کا ترجمہ ہے یا حدیث کا، یا کوئی اجتماعی قانون ہے؟ ایک اور جگہ وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَا أَبَلَهُ سے درج ذیل نتیجہ اخذ کیا ہے کہ: احادیث بار بار اس طرف متوجہ کرتی ہیں کہ یوم الحساب میں جو سوالات پوچھے جائیں گے، ان میں سے ایک کا تعلق جوانی سے ہے اور دوسرے کا معاشی معاملات سے۔ گویا جنسی زندگی کا آغاز شادی کے بعد ہے، اس سے قبل نہیں (ص ۲۶)۔ ایک تو یہ کہ الفاظِ حدیث عام ہیں۔ دوسرے یہ کہ جوانی اور شادی میں کیا نسبتِ مساوات ہے؟»

عصر جدید میں 'جنی تعلیم' کی اصطلاح جس تناظر میں استعمال کی جاتی ہے، اس کا مقصد عالم گیریت کے زیر عنوان مغربی اخلاقی اقدار کو تعلیمی نصاب اور کمرہ درس میں وضاحت کے ذریعے نئی نسل کو جنی اباحت کی طرف راغب کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغربی تہذیب ہو یا مشرقی تہذیب دونوں میں جنی م موضوعات پر جو روایہ صدیوں سے اختیار کیا گیا ہے وہ اسلامی اقدار حیات اور قرآنی اخلاق کی خدمت نظر آتا ہے۔ ہندو اسلام جو غالباً ایک مشرقی خطے کا نام ہے ہے اپنے فن تعمیر کے ذریعے جنی تعلقات کو سر عام مذہبی عقیدت کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ مغربی تہذیب میں لذت پرستی (hedonism) میں جنی لذت کا اپنا مقام ہے اور جدیدیت (Modernism) اور مابعد جدیدیت (Post-Modernism) اور رنخ تیکیت (Destructivism) جیسے فلسفوں نے آج کے مغرب کو جوراستہ دکھایا ہے وہ زندگی کو ایک جنی لذتیت کے زاویے سے دیکھتا اور جنی لذت کے ذرائع کو وہ مقام دے دیتا ہے جو زندگی کے عام معمولات، مثلاً صبح کا ناشتہ، رات کا کھانا، بازار سے پھل خرید کر لانے سے یا چائے کی ایک پیالی پینے سے زیادہ مختلف نہیں سمجھتا۔ اسی پنا پر جنی تعلیم کے ذریعے عالمی پالیسی پر زور دیا جاتا ہے کہ اگر اسکوں کے بچوں کو یہ سکھا دیا جائے کہ وہ کس طرح محفوظ جنی تعلق قائم کر سکتے ہیں، تو دنیا ایڈز جیسے مہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گی۔ واضح رہے کہ جنی تعلیم کا محرك بڑی حد تک مغرب و مشرق کے ممالک کا یہ قصور ہے کہ وہ ہندستان ہو یا امریکا، جہاں کثرت سے ایڈز کے ثبت کیس پائے جاتے ہیں، اگر انھیں کم کرنا ہے تو آنے والی نسلوں کو ان ذرائع کی تعلیم دی جائے جن کے بعد اسکوں کے بچے آپس میں محفوظ جنی تعلق قائم کر سکیں۔ گویا جنی تعلق قائم کرنا صبح کے ناشتے کی طرح کی ایک معصوم سرگرمی ہے، اور جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ ناشتے میں کوئی جراحتی آلودہ غذانہ ہو، اسی طرح جنی تعلق قائم کرتے وقت کیا احتیاط کی جائے کہ اس عمل میں ملوث افراد کسی جسمانی بیماری کا شکار نہ ہوں۔ اس پر متزad یہ کہ اس تعلیم کو دیتے وقت استاد یا معلمہ کمرہ درس میں نہ صرف تصاویر کے ذریعے بلکہ زبانی وضاحت سے بھی ان معاملات کو بیان کرے گی جو آج تک کمرہ استراحت تک رہے ہیں، اور اس کے باوجود ہزارہا سال سے انسانی آبادی میں اضافہ بھی ہوتا رہا ہے۔

● جنی مضمون کا ضابطہ اخلاق میں لانا: قرآن کریم اور سنت مطہرہ اس

نازک تعلق کے بارے میں جو اسلوب اختیار کرتے ہیں وہ حصولی لذت کو اخلاقی ضابطے کے تناظر میں بطور اللہ تعالیٰ کی ایک آیت کی تعلیم کرنا ہے۔ چنانچہ سورہ روم اور سورہ نساء میں قرآن کریم شوہر اور بیوی کے تعلق کو جس اخلاقی اسلوب میں بیان کرتا ہے، وہ انسانی فکر کی پرواز سے بلند اور انسانی فکر کی رہنمائی کے لیے ہدایت و رہنمائی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ قرآن و سنت کا اخلاقی اسلوب زندگی کے ہر عمل کے لیے اخلاقی ضابطے اور اصول فراہم کرتا ہے۔ اخلاقی اصول علومِ اسلامی کے تناظر میں اصول کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور تطبیقی میدان میں احکام قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ یہ اسلامی اخلاقی ضابطہ ہے کہ مثالی اسلامی معاشرے میں رشیۃ ازدواج اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اختیار کیا جائے۔ قرآن کریم اس اخلاقی اصول کو کائنات اور مخلوقات کے حوالے سے بیان کرتا ہے کہ کس طرح نظامِ کائنات کو اخلاقی ضابطے پر چلانے کے لیے جوڑے پیدا کیے گئے۔ اسی تسلیل میں انسان کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ اس کو ایک نفس سے پیدا کیا، پھر اسی نفس سے اس کا زوج (جوڑا) بنایا۔

گویا عالمِ انسانی ہو یا عالمِ حیوانی، دونوں میں زواج کا قائم کیا جانا ایک فطری، اخلاقی اور شرعی ضرورت ہے۔ یہ ضرورت چونکہ انسانوں سے وابستہ ہے، اس لیے اس میں زمان و مکان کا تعین بھی کیا جانا ضروری ہے۔ سنت مطہرہ اس پہلوکی وضاحت و تشریح کرتی ہے کیونکہ سنت کو دو امتیاز حاصل ہیں۔ اولًا یہ کہ سنت تشرییعی ہے، اور ثانیاً یہ کہ سنت تشرییعی ہے۔ چنانچہ یوم الحساب جو سوالات پوچھے جائیں گے ان میں یہ بات شامل ہے کہ جوانی کس طرح گزاری؟ کیا عفت و عصمت کو برقرار رکھا؟ کیا جوانی کی تعمیری قوت کو معروف کی اشاعت کے لیے استعمال کیا؟ کیا جوانی میں مادی و سائل اور وقت کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقوں سے استعمال کیا، یا بے راہ روی اور عبث میں گزاری؟ جوانی، بلوغ اور عقل، ان سب کا قریبی تعلق ایک مومن کے جنی معاملات کے ساتھ اتنا واضح ہے کہ اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔ عقلی رویے کا مطالیبہ ہے کہ ایک شخص جوان ہو تو یا روزے رکھے یا رختے ازدواج میں مسلک ہو۔ یہ بلوغ کا تقاضا ہے کہ اس سن کو پہنچنے تو اس فکر میں نہ رہے کہ جب تک کثیر مالی وسائل کا مالک نہ ہو، نکاح سے دور رہے۔ قرآن نے اس معاشی پہلوکا دوٹوک جواب دیا ہے کہ: **وَأَنِّي حُوا الْأَيَامِي مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ طَرَانِ يَكُونُوا**

فَقَرَأَ إِعْنَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ طَوَّالُهُ وَاسِعٌ عَلِيِّمٌ^۵ (النور: ۳۲: ۲۲) ”تم میں سے جو لوگ بھروسہوں، اور تمہارے لوگوں غلاموں میں سے جو صاحب ہوں، ان کے نکاح کر دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔“ یہاں یہ بات واضح کر دی گئی کہ مالی وسائل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور اللہ کے لیے، اور عفت و عصمت کے تحفظ کے لیے اگر یہ کام کیا جائے گا تو وہ اپنی رحمت سے مالی ضروریات پورا کرنے کا راستہ نکال دے گا۔ گویا اپنی اولاد کو رشتہ ازدواج میں اس لیے مشکل نہ کرنا کہ ابھی تھوڑا کم ہے، کاروبار سے منافع کم آ رہا ہے، ابھی عمر ہی کیا ہے، یہ اور اس قسم کے وہ تمام تصورات جو ہمارے معاشرے میں پائے جاتے ہیں، اسلام ان کو رد کرتا ہے۔ مندرجہ بالا قرآنی آیت ان رواجی تصورات کی تردید کرتی ہے۔

جن کے حوالے سے قرآن و سنت کے اخلاقی اسلوب کے الہامی اور علمی ترین ہونے کا احساس اسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک محقق کلامِ الہی اور دیگر مذاہب کے اساطیر کا ایک مقابلی مطالعہ کرے۔ اساطیر نہیں بلکہ یہودیت اور عیسائیت کی کتب مقدس میں جہاں ان مسائل کا ذکر ہے صرف انہیں ایک نظر دیکھ لیں تو زمین و آسمان کا فرق کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

اس بنا پر ہم یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام جنی مسائل پر ایک اعلیٰ الہامی اخلاقی اسلوب اختیار کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ اس اسلوب کی بنیاد پر تدریس و تعلیم میں مواد اور طریق تدریس ایجاد کیے جائیں۔ فرقان میں سے ایک ایسا مؤثر ذریعہ ہے جس کی تعلیم بہت سے جنی مسائل سے، بغیر کسی لذتیت کے، زمینی حقائق سے ایک غیر بالغ اہل ایمان مرد اور عورت کو ان مسائل سے آگاہ کرتا ہے جن کو آج کل اسکولوں میں جنی تعلیم کے زیر عنوان سکھانے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے، جو فی الواقع طلبہ و طالبات کو بجاے اخلاقی طرزِ عمل اختیار کرنے کے فاشی و عربی اور بے شری کی طرف لے جانے کا ذریعہ ہوگی۔ مغرب و مشرق میں جہاں کہیں بھی عمر کے اس مرحلے میں جب ایک بچہ اور بچی تجسس میں بتلا ہوتے ہیں، یہ طریقہ اختیار کیا گیا تو تباہ کن ہی رہے ہیں۔ امریکی نصاب تعلیم میں جنی تعلیم کی شمولیت کے بعد جس تیزی سے غیر اخلاقی جنی تعلق، قبل از وقت ناجائز ولادت اور حمل کے واقعات ہوئے ہیں وہ ہر صاحب علم کے سامنے ہیں۔

اس لیے جنی تعلیم کی اہمیت کو مانتے ہوئے اصل مسئلہ اسلوب کا ہے۔ اصل مسئلہ اسے

اخلاقی ذمہ داری سے مسلک کرنے کا ہے۔ اصل مسئلہ ایک پاکیزہ خاندان کے قیام کا ہے، جب کہ موجودہ سرکاری تعلیمی اداروں کے سربراہ مستعار اور استعمال شدہ فکر کو اختیار کرنے کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہر وہ موضوع جو مغرب و مشرق کے داش و راحاتے ہیں، ہمارے ہاں آنکھیں بند کر کے اس کی پیروی کو ترقی پسندی، روشن خیالی سمجھتے ہوئے اختیار کرنا ایک قومی فریضہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حکومتی اور غیر حکومتی مدارس میں اسلامیات کے نصاب کو، نظر ثانی کے بعد بطور لازمی اور قابلِ امتحان مضمون کے جس کا اثر متاخر میں ظاہر ہو، اسلام کے جامع تصور کو سمجھانے کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے۔ اس جامع نصاب میں جنی اخلاقیات بھی بطور ایک باب کے ہو اور وہ بغیر کسی مانع حمل ذرائع کی تعلیم کے جنی ذمہ دارانہ رویے پر روشنی ڈالے۔

یہ خبر کہ ایک الیٹ اسکول ہم جنس پرستی کے موضوع پر ۱۶ جولائی کو 'میونچ ڈینیٹس' پروگرام کے تحت مباحثہ منعقد کرنے جا رہا ہے (جنگ، ۱۰ جولائی ۲۰۱۲ء)، اس خبر پر مختلف حلقوں نے شدید رُعمل کا انہصار کیا ہے لیکن جو بات قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ جنی تعلیم کے زیر عنوان آخر وہ کون سی منزل ہے جس کی طرف قوم کے نوجوانوں کو دھکیلہ جا رہا ہے۔ کیا ہر وہ اخلاق باختہ کام جو مغرب نے 'ترقی، روشن خیالی، اور جدیدیت' کے عنوان سے کیا ہے، کرنا ہمارے لیے فرض سمجھ لیا گیا ہے؟ ہم شکر گزار ہیں کہ محترم قاری نے سوالات اٹھا کر اس موضوع پر چند مزید نکات تحریر کرنے کا موقع فراہم کر دیا۔ جہاں تک سوال 'شانِ اجتہادی' کا ہے، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کی جو بات خوش کرتی ہے اس کو اختیار نہ کرنا ہمارے خیال میں کوئی مناسب رویہ نہیں ہے۔ حدیث معاذ بن جبل میں جو بات ذہن نشین کرائی گئی ہے وہی امت مسلمہ کے لیے ذریعہ نجات ہے۔ اس کوشش میں خلوص نیت کے ساتھ جو کام بھی کیا جائے گا اگر وہ قرآن و سنت کے اصولوں سے مطابقت رکھے تو اس کے لیے دواجر کا وعدہ ہے، اور اگر پورے خلوص اور کوشش کے باوجود انسانی فکر سہو کا شکار ہو، جب بھی الرحم الرحیم کی طرف سے ایک اجر کا وعدہ ہے۔ اگر دین اسی کا نام ہے تو پھر نظرِ 'شانِ اجتہادی' تلاش کرنا یا نہ کرنا غیر متعلق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفس کے فتوں، گمراہی، غلو اور اباحت سے محفوظ رکھے، قرآن و سنت پر غور کرنے اور نئے مسائل و معاملات کے حل تلاش کرنے کی توفیق دے۔ و ما توفیقی الا باللہ۔